احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

"وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا"

"..... وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں، وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ مخاطبہ ہے (......) جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے۔ وہ اٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں ...... یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۲ تا ۴۴۳)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اخاء ـــــــ ۱۳۷۵ ہش

اکتوبر ـــــــ ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ـــــــ ۳۷

شمارہ نمبر ـــــــ ۱۰

شرح چندہ

پاکستان ـــــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ

چھ روپے

اداریہ

قناعت ـــ ایک لازوال دولت

ہماری روزمرہ زندگی ہمارے ماحول اور ہماری معاشی اور معاشرتی زندگی میں یہ بات بڑی نمایاں ہے اور اکثر دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض دنیوی طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہیں اور بعض ان سے محروم۔ بعض لوگ بظاہر اچھے بھلے دکھائی دیتے ہیں مگر کسی تکلیف اور دکھ کا اظہار نہیں کرتے اور بعض ایسے ہیں کہ وہ بظاہر سفید پوشوں سے کم تو نہیں ہوتے مگر اپنی تنگ دستی کا اظہار کرتے ہیں۔ معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ہر ملک اور ہر قوم میں ایسے طبقات نظر آتے ہیں۔ مگر یہ امن و سکینت اس وجہ سے تلپٹ ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ حرص و آز اور حسد کی آگ سینوں میں دبائے ہوتے ہیں۔ اور یا پھر ایسی سعیٔ لاحاصل کرتے ہیں کہ راتوں رات متموّل ہو جائیں۔ اور دوسروں کو بتا سکیں کہ ہم پیچھے نہیں ہیں۔ پھر اگر کہیں محرومی نے انتقام کو جنم دیا تھا تو انتقام کی آگ بھڑکتی ہے اور معاشرہ میں امن و سکون عنقا ہو جاتا ہے۔

یہ صورتِ حال جس سے پیار اور محبت کے انسانی رشتے نابود ہو رہے ہیں ایک فرد کے دوسرے فرد اور ایک قوم کے دوسری قوم سے نفرت کے جذبات پنپ رہے ہیں۔ اور یہ نفرتیں گھمبیر مسائل پیدا کر رہی ہیں۔ اس کا ایک نہایت عظیم الشان حل ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش فرما دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اَلْقَنَاعَۃُ لَا یُفْنٰی یعنی قناعت پر کوئی فنا نہیں۔ یعنی قناعت وہ لازوال دولت ہے جو ہمیشہ ساتھ رہنے والی ہے۔ قناعت کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی عطا پر صبر و شکر کرنا۔ اور ایسی بے نیازی اختیار کرنا کہ دوسروں کے پاس نعماء و عطایاءِ خداوندی کا کوئی لالچ یا حرص نہ رکھنا اور اپنی بے نیازی سے دنیا سے تعلق توڑ لینا۔ یہ وہ عظیم صفت ہے جس سے انسان اپنی اس حالت جس پر وہ ہے مطمئن اور قانع رہتا ہے۔ اور اس سے بے نیازی کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جو محبت الٰہی اور انسانوں سے محبت کا ذریعہ ہے۔ اس کی تفصیل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ ۵ جولائی ۱۹۹۶ء (بمقام واشنگٹن۔ امریکہ) میں بیان فرمائی۔ جس سے ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا:

"دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا" ۔ اور جہاں تک بنی نوع انسان کی محبت کا تعلق ہے فرمایا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے ۔" اب یہ دو بڑی گہری حکمت کی باتیں ہیں تعلق باللہ اور تعلق بالنّاس ۔ یعنی ہم جنس لوگوں سے تعلق بڑھانا ہو تو یہ طریق ہے اور خدا سے تعلق بڑھانا ہو تو وہ طریق ہے ۔ خدا کے تعلق میں یہ نہیں فرمایا کہ جو خدا کا ہے اسے مانگنا چھوڑ دو اور اس کی حرص ترک کر دو ۔ بلکہ وہاں کچھ اور بات فرمائی ہے جس کی طرف میں واپس آتا ہوں ۔ بنی نوع انسان کے پاس جو کچھ ہے اس کی حرص چھوڑ دو اور یہ خدا اور بنی نوع انسان کے رجحانات کے اندر جو نمایاں فرق ہے یہ اس کو ظاہر کرنے والی بات ہے ۔ اگر آپ کی نظر کسی کی دولت کسی کے محل کسی کے مکان کسی کی عورت پر لگ جائے تو وہ ہمیشہ آپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرے گی ۔ کیونکہ انسان فطرتاً کنجوس ہے ۔ اور پسند نہیں کرتا کہ اس کی چیز پر کسی کی نظر لگ جائے ۔"

"...... ہر ایسے شخص سے جو اس کی چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ اور حرص کی نگاہ سے اس کی ملکیت کو دیکھتا ہے اس کو طبعاً اس سے ایک خطرہ محسوس ہوتا ہے اور خطرے کے مطابق ایک قسم کی بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ یا نفرت پیدا ہو جاتی ہے ...... اگر آپ بنی نوع انسان کی چیزوں سے بنی نوع انسان کی مملوک سے جن کے وہ مالک ہیں ان سے غیر معمولی حرص کا تعلق توڑ لیتے ہو تو ساری دنیا سے حرص کا تعلق توڑ لیتے ہو ۔ تم دنیا سے حرص کا تعلق توڑ لو ، بے نیاز ہو جاؤ تو خدا تمہارا ہو جائے گا ۔ وہ تم سے پیار کرنے لگے گا ..... لوگوں کی ملکیتوں سے وہ نعمتیں جو خدا نے ان کو عطا فرمائی ہیں ۔ ان نعمتوں سے حرص کا تعلق کاٹ لو ۔ یہ بے نیازی ہے ۔ پس بے نیازی ایک عظیم دولت ہے ۔ اس کی کوئی مثال نہیں ہے ۔ بے نیازی سے زیادہ متموّل کرنے والی اور کوئی چیز نہیں اور بے نیازی میں غیر کی چیز کو غیر کا سمجھنا اور اس پر جلن محسوس نہ کرنا یہ سب سے پہلی سچی علامت ہے کہ آپ کو واقعتاً اس کی حرص نہیں ہے ۔"

پس قناعت و بے نیازی وہ صفت ہے جس سے فرد اور قوم حرص اور لالچ اور حسد اور بغض کی آگ سے محفوظ رہتے ہیں ۔ ایک طرف بنی نوع انسان کی محبت انہیں ملتی ہے تو دوسری جانب محبتِ الٰہی کے مسافر ٹھہرتے ہیں ۔

آئیے ہم اس راہ سے دنیا کو امن و سکینت کا گہوارہ بنا دیں ۔

امام الکلام

”حقیقی نُور“

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

”دنیا میں ایک رسول آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا؟ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا۔ اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے **باخدا** ہونے کے **الٰہی رنگ** سے رنگین کیا۔ وہی رسول ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق وفجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا ...... جس نے مکّہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا **حقیقی نُور** وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پاکر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنایا...... اس جنابؑ **عالی** سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے اور اس سچے معبود کی عظمت **اوتاروں** اور **پتھروں** اور **ستاروں** اور **درختوں** اور **حیوانوں** اور **فانی انسانوں** کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس **ذوالجلال وقدوس** کی جگہ پر بٹھایا تھا اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک **یسوع** بھی تھا تو پھر اس رسول کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو **حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** نے **مکّہ** کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا؟ وہ یہی تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پاکر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اُس رسول مقبولؐ نے اس دعویٰ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع انسان کی **سچی** ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں......“

(تبلیغ رسالت جلد ششم۔ مجموعہ اشتہارات)

کلام الامام

عرفانِ الٰہی کے حصول کا طریق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... فرماتے ہیں :۔

"..... کچھ وہ لوگ ہیں جو کوشش کرتے ہیں مگر انہیں عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ ان کا ذکر چھوڑ کر ان کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں، جو کوشش تو کچھ نہیں کرتے مگر کہتے ہیں کہ ہمیں خدا مل جائے۔ ایسے لوگوں کے اعمال کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کو پانے کے لئے کچھ بھی کوشش نہیں کرتے اور ان کا حال ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ مجلس میں اگر کسی کا ذکر آجائے تو اس کا خیال آجاتا ہے اور جب کبھی خدا کو حاصل کرنے اور اس کو پانے کا ذکر سُنتے ہیں تو وہ بھی خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں خدا مل جائے۔ لیکن ایسے لوگوں کو کسی صورت میں بھی خدا نہیں مل سکتا۔ عرفانِ الٰہی تو ایک بڑی بیش قیمت گراں بہا چیز ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی بغیر محنت اور کوشش کے نہیں مل سکتی .... تو پھر خدا کس طرح بغیر محنت اور کوشش کے حاصل ہو سکتا ہے، دونوں جہانوں میں اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا ہے۔ جب بے حقیقت اور معمولی چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا جو سب چیزوں کو پیدا کرنے والا وہ صرف ایک آدھ دفعہ آہ کھینچنے اور افسوس کا اظہار کرنے سے مل جائے۔ ایسے لوگوں کو نہ کبھی خدا ملا ہے نہ مل سکتا ہے۔ اور نہ ملے گا۔ کیونکہ خدا کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ مجاہدات کئے جائیں ورنہ اگر کوئی اس امید پر بیعت کرتا ہے کہ اِدھر ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور اُدھر خدا کی درگاہ میں پہنچ جائے گا تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا...... خدا تعالیٰ کا وہ رسول جس کے طفیل اور جس کی غلامی سے اُن (اولیاء کرام۔ ناقل) کو سب کچھ ملا۔ اس کو خدا کس طرح ملا۔ اس کے لئے قرآن و حدیث سے پتہ لگ سکتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ رسول کریمؐ کو فرماتا ہے۔

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" (الضحیٰ : ۸) کہ ہم نے تجھ کو اپنی محبت میں ایسا چور دیکھا کہ تمہیں اپنے سر پیر کی بھی خبر نہ رہی اور تو جب محبت الٰہی میں ایسا گم ہو گیا تو تجھے اپنا پتہ ہی نہ رہا۔ اس وقت ہم نے تجھے ہدایت دی .... یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا۔ باقی انبیاء کو آپؐ پر قیاس کر لو۔ کیونکہ آپؐ تمام انبیاء کے سردار اور اُن کے احوال کے جامع تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپؐ کو تو خدا کی معرفت کے لئے محنت برداشت کرنی پڑی ہو مگر اوروں کو یونہی حاصل ہو گئی ہو۔"

(عرفانِ الٰہی صفحہ ۱۵ تا ۱۷)

عربی منظوم کلام

وَحِيدٌ فَرِيدٌ لَا شَرِيكَ لِذَاتِهِ ⁂ قَوِيٌّ عَلِيٌّ فِي الْكَمَالِ تَوَحَّدَا

وہ واحد و یگانہ ہے، اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ وہ طاقتور ہے، برتر ہے، کمال میں یکتا ہے

وَمَنْ جَاءَهُ طَوْعًا وَصِدْقًا فَقَدْ نَجَا ⁂ وَأُدْخِلَ وِرْدًا بَعْدَمَا كَانَ مُلْبَدَا

اور جو خدا کے حضور رغبت اور صدق سے آیا اس نے نجات پالی اور وہ گھاٹ میں داخل کر دیا گیا۔ بعد اسکے کہ وہ (گناہوں سے) لت پت تھا

لَهُ الْمُلْكُ وَالْمَلَكُوتُ وَالْمَجْدُ كُلُّهُ ⁂ وَكُلٌّ لَهُ مَا لَاحَ أَوْ رَاحَ أَوْ غَدَا

ملک، ملکوت اور بزرگی سب اسی کو حاصل ہے اور اسی کی ہے ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی یا شام یا صبح کو جاتی رہی

وَمَنْ قَالَ إِنَّ لَهُ إِلٰهًا قَادِرًا ⁂ سِوَاهُ فَقَدْ تَبِعَ الضَّلَالَةَ وَاعْتَدٰى

اور جس نے کہا کہ اس کا کوئی قادر معبود اس کے سوا ہے تو اس نے گمراہی کی پیروی کی اور سرکش ہو گیا

هَدَى الْعَالَمِينَ وَأَنْزَلَ الْكُتُبَ رَحْمَةً ⁂ وَأَرْسَلَ رُسُلًا بَعْدَ رُسُلٍ وَأَكَّدَا

اس نے مخلوق کو ہدایت دی اور رحمت سے کتابیں نازل کیں اور رسولوں کے بعد رسول بھیجے اور (اس سُنّت کو) پختہ کیا

وَأَنْتَ إِلٰهِي مَأْمَنِيْ وَمَفَازَتِيْ ⁂ وَمَا لِيْ سِوَاكَ مُعَاوِنٌ يَدْفَعُ الْعِدَا

اور تو میرا معبود، میری پناہ اور میری مراد ہے اور میرا تیرے سوا کوئی معاون نہیں جو دشمنوں کو دفع کرے

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَأَنْتَ مَلَاذُنَا ⁂ وَقَدْ مَسَّنَا ضُرٌّ وَّجِئْنَاكَ لِلنَّدَا

تجھ پر ہی ہمارا آسرا ہے اور تو ہی ہماری پناہ ہے۔ اور ہمیں دکھ پہنچا ہے اور ہم تیرے پاس بخشش کے لئے آئے ہیں

(القصائد الاحمدیہ صفحہ ۷۷-۷۸)

فارسی منظوم کلام

آں خدا کیں عاجزے را چیدہ است ٭ رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے اس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

مردم و جاناں پس از مُردن رسید ٭ گم شدم آخر رُخے آمد پدید

جب مَیں مَر گیا تو مَرنے کے بعد میرا معشوق آگیا۔ جب مَیں فنا ہوگیا تو اُس کا چہرہ مجھ پہ ظاہر ہوگیا

سیلِ عشقِ دلبرے پر زور بود ٭ غالب آمد رختِ ما را در رُبود

دلبر کے عشق کی رَو زوروں پر تھی۔ وہ غالب آگئی اور ہمارا سب سامان بہا کر لے گئی

من ندارم مایۂ کردار ہا ! ٭ عشق جوشید و ازو شد کار ہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں، بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے

بہرِ من شد نیستی طُورِ خدا ٭ چوں خودی رفت آمد آں نورِ خدا

میرے لئے نیستی ہی خدا کا طور بن گئی۔ جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نُور آگیا

رُو بدُو کردم کہ رُو آں روئے اُوست ٭ ہر دلِ فرخندہ مائل سُوئے اُوست

مَیں نے اُسی کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا کیونکہ دیکھنے کے لائق وہی چہرہ ہے اور ہر مبارک دل اسی کی طرف مائل ہے

در دو عالم مثلِ اُو رُوئے کجاست ٭ جز سرِ کویش دگر کُوئے کجاست

دونوں جہان میں اس کی طرح کا کوئی چہرہ کہاں ہے؟ اور اُس کے کوچہ کے سوا اور کوئی کوچہ کہاں ہے؟

آں کساں کز کوچۂ اُو غافل اند ٭ از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتر اند !!

وہ لوگ جو اس کے کوچہ سے غافل ہیں۔ وہ گلیوں کے کتّوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں

(درثمین فارسی مترجم صـ۲۱۱)

قرآنِ مجید اور استغفار

میاں عبدالقیوم صاحب۔ راولپنڈی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتدائے آفرینش میں ہی مطلع کر دیا تھا کہ گو وہ احسنِ تقویم سے پیدا کیا گیا ہے مگر درحقیقت وہ اپنی خلقت میں بہت کمزور ہے۔ اس کا نفس امّارہ اسے ہر وقت سفلی جذبات کی طرف رغبت دیتا رہتا ہے۔ پھر شیطان لعین بھی اسے صراطِ مستقیم سے ہٹانے میں ہر دم مصروف عمل ہے۔

انسان کی یہ حالت بہت تکلیف دِہ بلکہ بادی النظر میں مایوس کُن نظر آتی ہے۔ تاہم خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ خدا جس نے انسانی فطرت کو پاک اور اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس نے انسان کو اس کی کمزوریوں۔ نفس امّارہ اور شیطان ملعون سے نہ صرف بچنے بلکہ اعلیٰ ترین روحانی ترقیات کے حصول کے لئے شروع سے ہی واضح ہدایات بھی عطا فرما دی تھیں۔ جو اصولی طور پر یہ ہیں کہ انسان کو لازم ہے کہ وہ اپنے قادر اور رحیم خدا سے بار بار درخواست کرتا رہے کہ وہ اسے اپنی پناہ میں رکھے اور جو بُرائیاں سرزد ہو چکی ہوں ان پر مغفرت کی چادر ڈالتا رہے۔ اور آئندہ کے لئے اسے ہر بُرائی سے بچنے اور ہر نیکی کی طاقت عطا فرماتا رہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر وہ جو گناہ سے پاک ہوا وہ خدا کے فضل سے ہوا۔ ہر ایک جس نے اخلاقی اور روحانی قوتِ پرواز حاصل کی۔ اس نے وہ محض خدا کی مدد سے حاصل کی۔ ہر اک جو محبوب حقیقی کا مقرّب بنا وہ اس کے بے پایاں رحم سے بنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کا ذریعہ اور خدا کی رسّی رحم و فضل اور استعانت کے حصول کے لئے انسان کو جو ذریعہ اور ہتھیار عطا کیا گیا ہے وہ توبہ و استغفار کا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ توبہ و استغفار کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سو یہی اصول قدرت نے انسان کے لئے رکھا ہے یعنی وہ اس حالت میں کامیاب ہوتا ہے کہ اوّل صدق و ثبات کے ساتھ خدا میں اپنے تئیں مستحکم کرتا ہے اور استغفار کے ساتھ اپنی جڑوں کو خدا کی محبت میں لگاتا ہے اور پھر قولی و عملی توبہ کے ساتھ خدا کی طرف جھکنے کے ذریعہ سے اپنے انکسار اور تذلّل کی نالیوں کے ساتھ ربّانی پانی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس طرح پر ایسا پانی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ گنہ کی خشکی کو دھو ڈالتا اور کمزوری کو دور کر دیتا ہے۔

اس استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف

میں دو معنوں پر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خدا کی محبت میں محکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا۔ یہ استغفار تو مقربوں کا ہے۔ جو ایک طرفۃ العین خدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں۔ اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ تا خدا اپنی محبت میں تھامے رکھے اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکل کر خدا کی طرف بھاگنا اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین میں لگ جاتا ہے ایسا ہی دل خدا کی محبت کا اسیر ہو جائے تا پاک نشوونما پا کر گناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے۔ اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔ کیونکہ غفر جس سے استغفار نکلا ہے ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ گویا استغفار سے یہ مطلب ہے کہ خدا اس شخص کے گناہ جو اس کی محبت میں اپنے تئیں قائم کرتا ہے دبائے رکھے اور بشریت کی جڑیں ننگی نہ ہونے دے۔ بلکہ الوہیت کی چادر میں لے کر اپنی قدوسیت میں سے حصہ دے یا اگر کوئی جڑ گناہ کے ظہور سے ننگی ہو پھر اس کو ڈھانک دے"۔ ("سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" صفحہ ۲۰-۲۱

روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۶-۳۴۷)

قرآن مجید اور استغفار کی تعلیم :-

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم جو نسل انسانی کے لئے اکمل و اتم ہدایت ہے وہ توبہ و استغفار کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے۔ وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

سورۃ نساء آیت ۶۵ میں ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

اور ہم نے کوئی رسول بھی سوائے اس غرض کے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے نہیں بھیجا۔ اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور اس وقت وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے بخشش چاہتے اور رسول بھی ان کے حق میں بخشش طلب کرتا تو وہ ضرور اللہ کو شفقت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پاتے۔

سورہ انفال آیت ۳۴ میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔

لیکن اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں دے سکتا تھا جب کہ تو اُن میں تھا اور نہ اللہ ان کو ایسی حالت میں عذاب دے سکتا تھا جبکہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

سورہ ھُود آیت ۴ میں ہے۔

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۔

یہ کہ تم اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کی طرف سچا رجوع کرو۔ تب وہ تمہیں ایک مقررہ میعاد تک اچھی طرح سے سامان عطا فرمائے گا۔ نیز ہر ایک فضیلت والے شخص کو اپنا فضل عطا فرمائے گا۔

سورہ ھود آیت ۵۳ میں ہے:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ ۔

اور اے میری قوم تم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف کامل رجوع اختیار کرو جس کے نتیجہ میں وہ تم پر خوب برسنے والا بادل بھیجے گا اور تم کو طاقت کے بعد طاقت بخشے گا۔

سورہ ھود آیت ۶۲ میں ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۔

اسی نے تمہیں زمین سے اٹھایا اور بلندی بخشی اور اس میں تمہیں آباد کیا۔ اس لئے تم اس سے بخشش طلب کرو۔ اور اس کی طرف کامل رجوع اختیار کرو۔ میرا رب یقیناً قریب ہے اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

سورہ ھُود آیت ۹۱ میں ہے:

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۔

اور تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور پھر اس کی طرف کامل رجوع اختیار کرو میرا رب یقیناً بار بار رحم کرنے والا اور بہت ہی محبت کرنے والا ہے۔

سورہ نحل آیت ۴۷ میں ہے:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

کیا تم خدا سے اپنے گناہوں پر استغفار نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔

سورہ نوح آیت ۱۱ میں ہے :۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ط اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ہ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ہ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ہ

اور میں نے ان سے کہا اپنے رب سے استغفار کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے ۔ اگر تم توبہ و استغفار کروگے تو وہ برسنے والے بادل کو تمہاری طرف بھیجے گا اور مالوں اور اولاد سے تمہاری امداد کرے گا ۔ اور تمہارے لئے باغات اُگائے گا ۔ اور تمہارے لئے دریا چلائے گا ۔

سورہ نصر آیت ۴ میں ہے :۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ط اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۔

اس وقت تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرنے میں مشغول ہو جا ۔ اور اس سے پردہ ڈالنے کی دعا کیجیو ۔ وہ یقیناً اپنے بندے کی طرف رحمت کے ساتھ لوٹ لوٹ کر آنے والا ہے ۔

مندرجہ بالا ارشادات خداوندی کو اگر یکجا کر لیا جائے تو استغفار اور توبہ کے وہ نتائج جو خدا نے ان آیات میں وعدہ کر رکھے ہیں وہ مندرجہ ذیل بنتے ہیں :۔

۱۔ اللہ تعالیٰ گناہ بخش دے گا ۔ توبہ قبول فرمائے گا اور بار بار رحم فرمائے گا ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ عذاب سے بچائے گا ۔

۳۔ اللہ تعالیٰ متاع حسنہ عطا فرمائے گا ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک فضیلت والے کو فضیلت عطا فرمائے گا ۔ پھر اس پر اپنا فضل مزید نازل فرمائے گا ۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کثرت سے بارش برسائے گا ۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نیکی کے لئے قوت و طاقت عطا فرمائے گا ۔ اور پھر اس طاقت کو بڑھاتا چلا جائے گا ۔

۷۔ اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرمائے گا

۸۔ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرمائے گا ۔

۹۔ اللہ تعالیٰ بار بار رحم فرمائے گا ۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت سے نوازے گا اور خود بھی محبت کرے گا ۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کثرت سے بارش والے بادل بھیجے گا ۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے گا ۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ اولاد اور اولاد نرینہ سے نوازے گا ۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے روحانی و ظاہری باغات عطا فرمائے گا ۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ دینی و دنیوی نعمتوں کی نہریں جاری کرے گا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

مندرجہ بالا انعام و افضال و برکات دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اور کون سی نعمت، فضل اور رحمت باقی ہے جو اس میں شامل نہیں اور جو توبہ و استغفار سے مل نہیں سکتی۔ ان نعماء کی اگر صحیح تشریح اور تفصیل بیان کی جائے تو ہزاروں صفحات درکار ہوں گے۔ اس لئے چند باتیں اصولاً ہی عرض کی جاتی ہیں۔

کائنات پر خدائے رحمٰن کی جلوہ گری:-

قرآن مجید نہایت وضاحت سے فرماتا ہے کہ اس کارخانہ عالم کی بنیاد خدا کے رحم پر استوار کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم پھر دو صفات میں منقسم ہے۔ پہلی صفت رحمانیت ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔

(طٰہٰ ۵، ۶)

کہ یہ کلام اللہ قرآن مجید اس ہستی نے نازل فرمایا ہے جس نے زمین اور بلند و بالا آسمانوں کی تخلیق کی۔ پھر وہ ہستی اس عالم کے انتظام کے لئے بحیثیت خدائے رحمان کے عرش پر مستحکم اور جلوہ افروز ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کے مکمل انصرام کے لئے خدائے ذوالعرش کی صفات قدسیہ میں سے وہ صفت جو بنیادی طور پر کارفرما ہے وہ رحمانیت ہے۔ وہ بلا مبادلہ اور بے پایاں رحم ہے جو ہر آن جلوہ گر ہے۔ اس رحم کے بغیر کوئی ذی روح ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ ہر ذی روح کے دائیں اور بائیں۔ آگے اور پیچھے اوپر اور نیچے رحمانیت کا سمندر موجزن ہے۔ اگر دیکھنے والی آنکھیں ہوں تو نظر آئے گا کہ جیسے مچھلی کی پوری زیست پانی میں ڈوبے رہنے میں ہے اسی طرح ہر انسان کی حیات اور بقا خدا کے اس رحم پر ہے جس کے نزول کے لئے کسی انسان کے کسی عمل اور عبادت کا دخل نہیں۔ یہ ایسی رحمت عام ہے جو کسی ناقص یا کامل کی کوشش کے بغیر ہے۔ یہ وہ فضل ہے جو بغیر کسی اطاعت یا مخالفت کے ہے۔ اور جو خدا کے ارادہ سے دائمی طور پر نازل ہو رہا ہے۔ انبیاء اور کتب آسمانی کا نزول اسی رحمانیت کے فیض سے ہے۔ سمندر، ہوا، پانی۔ سورج چاند ستارے زمین اور اس کی تمام طاقتیں اور خصوصیات اسی صفت کے ثمرات حسنہ ہیں۔

یہ تو صفت رحمانیت کے ثمرات ہیں۔ خدا کے رحم کی دوسری قسم کا نام رحیمیت ہے۔ اس صفت کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کے عمل اور کوشش میں برکت رکھ دی جاتی ہے۔ وہ نہ یہ کہ ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ بلکہ اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ صبح سے رات تک ہم جو مختلف کام کرتے ہیں۔ یہ صفت الٰہی ان سب

کے بہترین نتائج نکالتی رہتی ہے ۔ ایک دانہ زمین میں ڈالتے ہیں جسے وہ صفت بڑھا چڑھا کر واپس دے دیتی ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے جسے مکمل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی مشہور عربی تصنیف اعجاز المسیح میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

(ترجمہ) " اور رحیمیّت رحمانیت کے مقابلہ میں فیض اخصّ ہے جو نوع انسان کی تکمیل کے لئے مخصوص ہے ۔ جس کے لئے بنیادی شرطِ انسانی کوشش ۔ نیک اعمال اور جذبات نفسانیہ کو چھوڑنا ہے ۔ یہ صفت اس وقت صحیح جلوہ فرماتی ہے جب انسان اپنے اعمال کو نہائت درجہ کوشش سے بجا لاتا ہے ۔ اور جب وہ اپنے نفس کو پاک کر لیتا ہے اور اخلاص کے پانی سے ریاء وغیرہ برائیوں کو دھو لیتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتا ہے ۔ پس جس شخص کو اس نعمت سے حصّہ ملا اسے خوشخبری ہو ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا شخص ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے ۔ اور اس کے علاوہ جو انسان ہیں وہ چار پائے ہیں ۔ ..... یہ دونوں صفات رحمانیت اور رحیمیت اس عالم میں اللہ تعالیٰ کی دیگر تمام صفات کے لئے بطور خلاصہ کے ہیں ۔"
(روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۹۵-۹۶)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ اس عالم میں نوع انسان کی ظاہری و باطنی ترقیات اور اس کی کوششوں کے صحیح نتائج سب کے سب صفتِ رحیمیت سے حاصل ہوتے ہیں ۔ دوسری طرف مندرجہ بالا آیات میں قرآن مجید یہ ہدایت دے رہا ہے کہ توبہ و استغفار کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ رحم جو رحیمیت کا ہے بار بار جوش میں آتا ہے ۔ پھر وہ فرماتا ہے

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔

کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت مومنوں کے لئے خاص طور پر جلوہ گر ہوتی ہے ۔ اس لئے ایک مومن کے لئے جس نے گناہ سے نجات حاصل کرنی ہو ۔ جس نے خدا کا قرب تلاش کرنا ہو ۔ جس نے صحیح فرمانبردار بننا ہو ۔ اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ رحم جو رحیمیت سے جلوہ گر ہوتا ہے اسے وہ ہر آن تلاش کرتا رہے ۔ ان راہوں پر گامزن ہو جن سے یہ رحم ایک بحرِ ذخّار کی طرح اس کی زندگانی کی تمام شاخوں کی آبیاری کرتا ہے اور خدائے رحیم نے اس رحم کے حصول کے لئے انسان کو جو ہتھیار عطا کیا ہے وہ توبہ و استغفار کا ہے ۔

سو بنیادی مقصد جو توبہ و استغفار سے حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کی جلوہ گری ہے ۔ جب انسان اپنی کمزوری اور پھر شیطان کے متواتر حملوں کو دیکھ کر خدا سے فریاد کرتا ۔ اس کی پناہ کا ملتجی ہوتا

اور مدد کی درخواست کرتا ہے۔ تب وہ ارحم الراحمین اپنے اس کمزور بندہ کی مدد کو پہنچتا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے۔ یہ صرف خیالی باتیں نہیں۔ یہ موہوم نظریات نہیں۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں بندگان حضرت احدیت کا ابتدائے آفرینش سے یہی تجربہ چلا آرہا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۔ (صفّٰت آیت ۷۶)

اے نسل انسانی ذرا یاد تو کرو جب نوحؑ نے ہمیں پکارا تھا۔ تو دیکھو ہم نے اسے کیسا اچھا عملی جواب دیا اور کیسے اس کی مدد کو پہنچ گئے۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بچالیا اور اس کے دشمنوں کو پانی کی تیز لہروں اور پانی کے تند طوفان میں نیست و نابود کر دیا۔ پھر فرمایا قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ تمہارا آسمانی آقا اور رب حقیقی یہ شاہی فرمان جاری کرتا ہے۔ کہ مجھے پکارو اور بلاؤ۔ اندھیری راتوں میں بلاؤ۔ طوفانوں میں گھرے ہوئے بلاؤ۔ مصیبتوں اور مشکلات میں گھرے ہوئے بلاؤ۔ جب تم دیکھو کہ تمہارا کوئی مددگار نہیں رہا اور حوادث چاروں طرف سے تمہارا احاطہ کر رہے ہیں اس وقت بلاؤ۔ جب تم مچھلی کے پیٹ میں جاکر سمندر کی اتھاہ گہرائی میں غائب ہو جاؤ اس وقت مجھے بلاؤ۔ جب تم صحراؤں اور وادی غیر ذی زرع میں پیاسے اور بھوکے مرنے لگو تو مجھے بلاؤ۔ جب شیطان تمہیں ورغلا رہا ہو اس وقت بلاؤ۔ جب تم میری طرف آنا چاہ رہے ہو اور تم چلنے کی طاقت نہ رکھتے ہو اس وقت بلاؤ۔ جب گناہ اور بدیاں تمہیں گھیر لیں اس وقت مجھے بلاؤ۔ جب تمہاری روح اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں میری طرف آنے کے لئے بے چین ہو لیکن تم آنے کی سکت نہ رکھتے ہو تو بلاؤ۔ اور اس وقت یقین رکھو کہ میں ضرور آؤں گا۔ میں زمین سے بھی آؤں گا۔ میں آسمان سے بھی آؤں گا۔ میں تمہارے پاس دن کو بھی آؤں گا۔ میں رات کو بھی آؤں گا۔ میں تمہارے آگے سے بھی آؤں گا۔ میں تمہارے پیچھے سے بھی آؤں گا۔ میں تمہارے دائیں سے بھی آؤں گا۔ میں تمہارے بائیں سے بھی آؤں گا۔ اور خاص طور پہ تمہارے دلوں میں آؤں گا۔ اور وہاں جلوہ افروز ہونگا۔ اس وقت تمہارے سارے غم دُور ہو جائیں گے۔ اور سارے خوف جاتے رہیں گے۔ میں تمہیں اسی دارالابتلاء میں بھی جنت میں رکھوں گا۔ اور اگلے جہاں میں فردوس میں رکھوں گا۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ ہم بہت سے ایسے واقعات مشاہدہ کرتے ہیں۔ جہاں باوجود بلانے اور پکارنے کے خدا کی مدد نہیں آئی۔ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جہاں خدا نے بلانے کا ارشاد فرمایا ہے وہاں اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے علاوہ اور کسی کو نہ بلانا۔ اگر تم مجھے بھی بلاتے ہو اور میرے غیر کو بھی۔ اس وقت میں ہرگز نہیں آؤں گا۔ خدا کی ذات اس مسئلہ میں بہت غیرت مند ہے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کرتا کہ ہم اس کے غیر کو بھی بلاتے رہیں۔ اور اسے بھی آوازیں دیتے رہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ایسی صورت میں وہ مزید امتحانات

پیدا کردے اور انسان کی حالت ایسی ہو جائے کہ

"نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ٭ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

وہ قرآن مجید میں فرماتا ہے اور کئی جگہوں پر فرماتا ہے

"فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ (سورہ کہف آیت ۱۱۱)

کہ جو کوئی میری ملاقات اور مدد کی اُمید رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ فساد وغیرہ سے بکلی پرہیز کرے اور مناسب حال اعلیٰ درجہ کے اعمال بجالائے۔ اور خاص طور پر میری عبادت یعنی میری مدد اور استعانت کی درخواست میں اور کسی کو شریک نہ کرے۔ اس لئے جہاں کہیں بھی خدا کو مدد کے بلانے کے باوجود مدد نہیں آتی تو یقیناً وہاں خدا کے غیر کو بھی بلایا گیا ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خدا کی مدد اس وقت آئے گی جب ہم دل سے یقین رکھیں گے کہ وہ ضرور آئے گی گو حالات کیسے ہی ہوں ہمارا خدا ہماری ہر طرح کی تکلیف دُور کرنے اور ہر طرح کی مدد دینے پر بکلی قادر ہے۔ اگر ہمیں یہ یقین نہیں تو پھر خدا کی مدد بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ دل موہ لینے والے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

".....سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہ ہونگی۔ وہ اندھے ہیں نہ سُجاکھے وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تُو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیوں کر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان! تو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تُو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا۔ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں

بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق وصفا سے اس کے ہو گئے ہیں ۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق وفادار نہیں ۔ وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا ۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں ۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی ۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے ۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو ۔ اے محرومو! **اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا ۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے** ۔ جو تمہیں بچائے گا ۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں ۔ **کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے** ۔ تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں ۔"

(کشتی نوح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۲۰ تا ۲۲)

توبہ و استغفار کرنے کے نتیجہ میں جو خدائی افضال نازل ہوتے ہیں ۔ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کیا جاتا ہے کہ توبہ و استغفار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ گناہ بخش دیتا ہے ۔ توبہ قبول کرتا ہے ، ہر قسم کے عذاب سے بچا لیتا ہے ۔ متاع حسنہ عطا فرماتا ہے ۔ پھر صاحب فضیلت کی فضیلت میں مزید ترقی کے سامان پیدا کرتا ہے ۔ کثرت سے ایسی بارشیں نازل فرماتا ہے جو موجب رحمت و برکت ہوں ۔ ہر ایک قسم کی نیکی اور بھلائی کی قوت عطا فرماتا ہے ۔ اور پھر اس طاقت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے ۔ اپنا قرب عطا فرماتا ہے ۔ دعائیں قبول کرتا ہے ، اپنی ذات سے محبت کا انعام آسمانی عطا فرماتا ہے اور خود بھی بہت محبت کرنے لگ جاتا ہے ۔ کثرت سے برسنے والے بادل بھیجتا ہے ، مال و دولت دیتا ہے ۔ اولاد کی نعمت سے نوازتا ہے ۔ ہر طرح کے ظاہری و باطنی باغات عطا فرماتا ہے اور دینی و دنیوی نعمتوں کی نہریں جاری کر دیتا ہے ۔

یہاں سوچنے کا مقام ہے کہ مندرجہ بالا انعامات کے علاوہ انسانی ذہن کیا کوئی اور فضل و برکت و رحمت کی تفاصیل سوچ سکتا ہے ؟ توبہ و استغفار سے سب کچھ تو مل رہا ہے ۔ ہاں ، خاص طور پر خدا کا قرب حاصل ہو رہا ہے ۔ اس کی محبت و شفقت مل رہی ہے ۔ جب یہ مل گئے تو دونوں عالم مل گئے ۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دونوں عالم اور ان میں موجود تمام نعمتیں خدا کی محبت کے سامنے محض ہیچ ہیں ۔

(باقی آئندہ)

ایمان افروز اور رُوح پرور ــــ روایات

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ ...... کا اللہ تعالیٰ سے محبّت و اخلاص کا تذکرہ

مرتّبہ: عزیز الرحمٰن خالد صاحب

؎ در دو عالم مرا عزیز توئی
و آنچہ می خواہم از تو نیز توئی
(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ...... اوائل عمر سے ہی گوشہ تنہائی میں رہتے تھے۔ ذکر الٰہی، عبادت اور تفکّر و تدبّر فی القرآن آپ کی مصروفیات تھیں۔ اس خلوت کے دور میں آپ پر خدا تعالیٰ کے جو بے پایاں فضل و احسان تھے۔ اُن کا ذکر آپ کی تحریرات میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

مکالماتِ الٰہیہ کا فیضان:۔ حضرت مسیح موعود...... نے اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی اور احسانات کا یوں ذکر فرمایا:۔

"میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ مَیں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت میرے شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے۔ جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔"

(کتاب البریہ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۵)

حضرت اقدس ...... اسی فضل و احسان کا اپنے اشعار میں یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعت قرب و جوار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہوکر پاگیا درگاہ میں بار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۲۷)

خدا تعالیٰ سے آپ کا خاص سلوک :۔

ایک ہندو کے مطالبہ نشان نمائی پر حضرت اقدس ..... نے فرمایا :۔

"ایک ہندو صاحب (آریہ) کو جو ...... حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آنحضرت ؐ کی پیشگوئیوں سے سخت منکر تھا ۔ اور اس کا پادریوں کی طرح شدتِ عناد سے یہ خیال تھا کہ یہ سب پیشگوئیاں مسلمانوں نے آپ بنائی ہیں ۔ ورنہ آنحضرت ؐ پر خدا نے کوئی امرِ غیب ظاہر نہیں کیا ۔ اور ان میں یہ علامت نبوت موجود ہی نہیں تھی ۔ مگر سبحان اللہ کیا فضل خدا کا اپنے نبی پر ہے ۔ اور کیا بلند شان اس معصوم اور مقدس نبی ؐ کی ہے ۔ کہ جس کی صداقت کی شعاعیں اب بھی ایسی ہی چمکتی ہیں کہ جیسی قدیم سے چمکتی آئی ہیں ۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اس ہندو کا ایک عزیز کسی ناگہانی پیچ میں آکر قید ہوگیا ۔ اور اس کے ہمراہ ایک اور ہندو بھی قید ہوا ۔ ان دونوں کا چیف کورٹ میں اپیل گزرا ۔ اس حیرانی اور سرگردانی کی حالت میں ایک دن اس آریہ صاحب نے مجھ سے یہ بات کہی کہ غیبی خبر اُسے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے ۔ کہ اس ہمارے مقدمہ کا انجام کیا ہے ۔ تب میں نے جواب دیا ۔ کہ غیب تو خاصہ خدا کا ہے ۔ اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمال نہ حال گیر اور نہ کوئی مخلوق ۔ ہاں خدا جو آسمان و زمین کی ہر ایک شدنی بات سے واقف ہے اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے بعض اسرار غیبیہ پر مطلع کرتا ہے ۔ اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسول (صلعم) کے کامل تابعین پر ...... ان کی تابعداری کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ اپنے رسول کے علوم کے وارث ہیں ۔ بعض اسرار پوشیدہ ان پر

بھی کھولتا ہے۔ تا ان کے صدقِ مذہب پر ایک نشان ہو۔ لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور ان کے پنڈت اور عیسائی اور ان کے پادری وہ سب ان کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ شخص اس بات پر اصراری ہوگیا۔ کہ اگر..... دوسری قوموں پر ترجیح ہے۔ تو اس موقعہ پر اس ترجیح کو دکھلانا چاہیئے۔

اس کے جواب میں ہر چند کہا گیا۔ کہ اس میں خدا کا اختیار ہے۔ انسان کا اس پر حکم نہیں۔ مگر اس آریہ نے اپنے انکار پہ بہت اصرار کیا۔ غرض مَیں نے جب دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور..... عظمتوں کا سخت منکر ہے۔ تب میرے دل میں خدا کی طرف سے یہ جوش ڈالا گیا۔ کہ خدا اس کو اس مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب کرے اور مَیں نے دعا کی کہ اے خداوند کریم تیرے نبیؐ کی عزّت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے۔ اور تیرے نشانوں اور پیشگوئیوں سے جو تُو نے اپنے رسول پر ظاہر فرمائیں۔ سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے سے یہ لاجواب ہوسکتا ہے۔ اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور کوئی امر تیرے علم محیط سے مخفی نہیں۔ تب خدا نے جو اپنے سچے دین کا حامی ہے اور اپنے رسولؐ کی عزت اور عظمت چاہتا ہے۔ رات کے وقت رویا میں کل حقیقت مجھ پر کھول دی اور ظاہر کیا کہ تقدیرِ الٰہی میں یوں مقدّر ہے کہ اس کی مثل چیف کورٹ سے عدالت ماتحت میں پھر واپس آئے گی۔ اور جو اس کا دوسرا رفیق ہے وہ پوری قید بھگت کر خلاصی پا جائے گا۔ اور بَری وہ بھی نہیں ہوگا۔ پس مَیں نے اس خواب سے بیدار ہوکر اپنے خداوند کریم کا شکر کیا۔ جس نے مخالف کے سامنے مجھ کو مجبور ہونے نہ دیا۔ اور اسی وقت مَیں نے یہ رویاء ایک جماعت کثیر کو سُنا دیا۔ اور اس ہندو صاحب کو بھی اسی دن خبر کردی"۔

(براہین احمدیہ جلد سوم روحانی خزائن جلد ۱ صہ ۲۷۷)

خدا کی طرف سے آپ کے والد صاحب سے متعلق عزا پرسی

حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں:۔

"جب میرے والد صاحب...... اپنی آخری عمر میں بیمار ہوئے تو جس روز ان کی وفات مقدر تھی۔ دوپہر کے وقت مجھ کو الہام ہوا۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔ اور ساتھ ہی دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہ ان کی وفات کی طرف

اشارہ ہے اور اس کے یہ معنے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد پڑے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عزا پرسی تھی۔ تب میں نے سمجھ لیا۔ کہ میرے والد صاحب غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ اور کئی اور لوگوں کو اس الہام کی خبر دی گئی۔ اور مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس پر جھوٹ بولنا ایک شیطان اور لعنتی کا کام ہے کہ ایسا ظہور میں آیا......

پھر فرمایا :۔

"یہ اُن سب الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیشگوئی تھی جو خدا نے مجھ پر ظاہر کی۔ دوپہر کے وقت خدا نے مجھے اس کی اطلاع دی کہ ایسا ہونے والا ہے اور غروب کے بعد یہ خبر پوری ہو گئی۔ اور مجھے فخر کی جگہ ہے اور میں اس بات کو فراموش نہیں کروں گا کہ میرے والد صاحب کی وفات کے وقت خدا تعالیٰ نے میری عزا پُرسی کی۔ اور میرے والد کی وفات کی قسم کھائی۔ جن لوگوں میں شیطانی رُوح جوش زن ہے وہ تعجب کریں گے کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کسی کو اس قدر عظمت دے کہ اس کے والد کی وفات کو ایک عظیم الشان صدمہ قرار دے کر اس کی قسم کھائے۔ مگر میں پھر دوبارہ خدائے عزّوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ حق ہے اور وہ خدا ہی تھا۔ جس نے عزا پرسی کے طور پر مجھے خبر دی اور کہا وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔ اور اسی کے موافق ظہور میں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالکؑ۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۱۸)

حضرت اقدس......کا شغف

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی....فرماتے ہیں :۔

سید مولوی گل علی شاہ صاحب بٹالہ کے رہنے والے شیعہ مذہب کے معلّم تھے۔ قادیان میں جب مولوی گل علی شاہ صاحب پڑھاتے تھے تو بعض اور بچے اس خاندان کے بھی ان کے پاس پڑھتے تھے۔ اس وقت کے حالات دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مطالعہ میں ہی مصروف رہتے۔ اور بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے کا آپ کو کوئی شوق نہ تھا۔ ان ایّام میں عام طور پر کشتی کبڈی اور مگدر اور موگری اٹھانے کے کھیل مروّج تھے ...... مگر مرزا صاحب بالطبع ان کھیلوں سے متنفر۔ اور کوئی شخص بیان نہیں کرتا کہ اس نے کبھی ان کو لڑکوں میں کھیلتے ہوئے یا کسی کے ساتھ لڑتے جھگڑتے کبھی دیکھا ہو۔

مرزا صاحب کی مرغوب خاطر اگر کوئی چیز تھی تو وہ (عبادت گاہ) اور قرآن شریف۔ (عبادت گاہ) ہی میں عموماً ٹہلتے رہتے اور ٹہلنے کا اس قدر شوق تھا اور محو ہو کر اتنا ٹہلتے کہ جس زمین پر ٹہلتے وہ دب دب کر باقی زمین سے متمیز ہو جاتی۔" (حیات احمد صے ۶۹ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ...)

حضرت مسیح موعود ...... کو اپنے آقا اور محسن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز و اتباع میں گوشۂ تنہائی بہت پسند تھا۔ اور اگر ان کے اختیار میں ہوتا تو کبھی باہر نہ آتے۔ چنانچہ اپنی اس حالت کا نقشہ ان اشعار میں کھینچتے ہیں:۔

"تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار
ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صے ۱۲۸)

حضرت اقدس ....کا ایک مبشر الہام ۔جس نے آپ کو سکینت اور اطمینان بخشا

حضرت اقدس ...... فرماتے ہیں:۔

"جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے .... ذکر کیا ہے۔ تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت دوسرا الہام ہوا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۔ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عزّوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفّل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفّل نہیں ہوگا..... میں نے اس الہام کو اُن ہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی جو بڑی حفاظت سے اب تک رکھی ہوئی ہے۔" (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صے ۱۹۴)

بکھرے حقائق

اِدھر ایام نے ملّت کی تصویرِ خزاں رکھ دی
اُدھر مہدی نے بنیادِ بہارِ جاوداں رکھ دی

جلو میں تازہ جھونکوں کے بہاروں کا نقیب آیا
پلٹ کر زاہدانِ خشک کی بادِ خزاں رکھ دی

رُخِ طاہر کے گرداگرد کیسی جھلملاہٹ ہے!
کہ جیسے چاند کے چاروں طرف ہو کہکشاں رکھ دی

مرے دل میں سوال اُٹھا کہ آخر عشق کیا شے ہے
کسی نے کھول کر سارے جہاں کی داستاں رکھ دی

صدائے "کُن فکاں" سے ہو رہا تازہ جہاں پیدا
کسی نے پھر سے بنیادِ زمین و آسماں رکھ دی

جونہی دیکھی جبیں ریزی تو اس نے عین محفل میں
مری وہ ناتوانی صورتِ تاب و تواں رکھ دی

رہے شاید ہوں ساتھ اُسکے یہی ہے علّتِ غائی
"کہ میں نے☆ شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پہ زباں رکھ دی"

نہیں ہے عشق والوں کو خطر کچھ جاں کے جانے کا
جنہوں نے عین جیتے جی لحد کے درمیاں رکھ دی

انہیں اسلام کیا خطرہ بھلا ہو برق و آتش کا
جنہوں نے بجلیوں میں ہے بنائے آشیاں رکھ دی

عبدالسلام اسلام

☆ مصرع ہذا ملک کے معروف شاعر قتیل شفائی کا ہے۔

ع مُبارک وہ جواب ایمان لایا

پیکرِ صدق و وفا ـــ حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق نعمانی

ـــ ایڈیٹر

"مَیں اس بات کے اظہار اور اُس کے شُکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلقِ اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ مَیں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی رُوحیں مجھے عطا کی ہیں۔" (رُوحانی خزائن جلد ۳ صـ ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے دینِ حق کی شان شوکت کے لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ ...... کو ایسے انصارِ دین عطا کئے جو یَنۡصُرُكَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِنَ السَّمَآءِ کے مصداق تھے۔ یہ دنیا سے ہوتے ہوئے آسمانی تھے۔ یہ وجود نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاص و فدائیت اور یقین و معرفت کے حامل تھے۔ قربانی اور للّٰہیت کی وہی رُوح کارفرما تھی جو قرونِ اُولیٰ کا امتیاز تھی۔ دورِ آخرین کے یہ مقدس وجود بلاشبہ صدق و وفا کے پیکر تھے۔ اور آسمانِ رُوحانیت کے یہ وہ تابندہ ستارے تھے جن سے ہر آنے والی نسل روشنی حاصل کرتی رہے گی۔ انہی پاکیزہ وجودوں اور حضرت اقدس کے دلی محبوّں کی صفِ اوّل کا رفیق حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی ...... کا مبارک وجود ہے۔ جن کی صدق و وفا سے معمور زندگی ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے۔

وطن مالوف ـــ ابتدائی دور:

حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق نعمانی...... ضلع سہارنپور

کے قصبہ سرساوہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا خاندان نسل در نسل گدّی نشین چلا آرہا تھا۔ آپ کے تفصیلی خاندانی حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ تاہم یہ پتہ چلتا ہے کہ جب لدھیانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ...... نے مسیح موعود ہونے کا اشتہار "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" شائع کیا تو حضرت صاحبزادہ صاحب...... موضع کوٹ پتلی علاقہ جے پور میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں بمقام کوٹ پتلی علاقہ جے پور تھا۔ میں سب کام چھوڑ کر لدھیانہ حاضر ہوا تو مخالفت کا بہت زور تھا۔ مولوی محمود الحسن خاں صاحب احمدی بھی جو دہلی کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے اور پٹیالہ میں مدرس ہیں آئے ہوئے تھے۔"

(تذکرۃ المہدی صـ ۲-۳)

لدھیانہ سفر سے بہت پہلے حضرت اقدس سے آپ کا تعارف تھا۔ چنانچہ تذکرۃ المہدی میں ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک مدت سے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتا ہوں اور ۱۲۹۸ھ سے مجھ کو حضرت اقدس...... کی خدمت میں باریابی ہے۔"

(صـ ۸۶)

سابقہ حالت:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے قبول احمدیت سے پہلے کی حالت کا نقشہ یوں پیش کیا ہے۔

"مجھے بچپن سے قرآن شریف کے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ یہانتک کہ ایک پارہ روز کی بجائے ایک منزل ہر روز پڑھتا تھا۔ پھر ایک مدّت کے بعد ایک قرآن شریف ہر روز کئی سال تک پڑھا۔ اور ساتھ ہی نماز اشراق اور چاشت اور زوال اور اوّابین اور تہجّد بھی پڑھتا تھا۔ پھر ایک دفعہ شوقِ وظائف جو ہوا تو کئی مہینے تک سوا لاکھ بار ہر روز یا وھاب پڑھا اور کئی مہینے تک اللّٰہ الصَّمَد سوا لاکھ بار پڑھتا رہا۔ پھر ایک بار ایک سال تک اسم ذات یا اللہ تین لاکھ ساٹھ ہزار بار پڑھتا رہا۔ ایک دفعہ ایک سَو دن تک ہر روز لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْن پینتالیس ہزار بار روز پڑھتا رہا۔ جن دنوں میں یہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک درویش ولایتی بھی وہاں رہتے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنستے اور کہتے شمار میکنی اسم باری تعالیٰ نمی خوانی۔ یک بار بخواں داز دل بخواں۔ ایک دفعہ میں بارہ ہزار مرتبہ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع پڑھتا تھا۔ پھر مہینوں اللہ ھُو کی بیس بیس ہزار بار ضربیں لگاتا اور لا الٰہ الا اللہ کی بھی بارہ بارہ ہزار ضربیں لگاتا۔ اور درویشوں فقیروں علماء کی صحبت میں بھی بہت جاتا۔ ایک دفعہ میں نے



حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی

ارادہ کیا کہ صلوٰۃ المعکوس بھی پڑھنی چاہیئے۔ اور سُنا تھا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ برس تک کنوئیں میں الٹے لٹک کر پڑھی ہے۔ لیکن اتفاق سے کتاب سیرۃ الاولیاء جو حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مل گئی۔ اس کو میں نے اوّل سے آخر تک پڑھا تو ایک مقام پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ حضرت فرید الدین گنج شکر نے اپنے پیر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلوی سے عرض کیا کہ مجھے صلوٰۃ المعکوس پڑھنے کی اجازت مل جاوے۔ انہوں نے فرمایا کہ فرید الدین اس میں کیا دھرا ہے۔ آخرکار بار بار کے عرض کرنے سے اجازت دے دی تو انہوں نے ایک چلّہ تک معکوس نماز پڑھی۔ اور دو چار منٹ کے لئے الٹے کنوئیں میں لٹکتے۔ جب چلّہ ہو چکا تو کوئی فائدہ اور نتیجہ بہتر مترتب نہ ہوا۔ شیخ فرید الدین بہت پچھتائے۔ اور تمام عمر افسوس کرتے رہے کہ پیر کے خلاف بھی ہوا۔ اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس روایت کو میں نے دیکھ کہ اس کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور پھر معلوم ہوا کہ خدا نے تو ہمیں سیدھا پیدا کیا۔ اور ہم اُلٹے ہو کر نماز پڑھیں۔ اور قرآن شریف کی یہ آیت بھی ایک روز تلاوت کرتے ہوئے نکل آئی اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ یعنی کیا وہ شخص کہ جو اُلٹا منہ کے بل چلتا ہے ہدایت پر ہے یا وہ شخص کہ جو سیدھا صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ غرض میں بھی اکثر جاتا کہ شاید کہیں کوئی باخدا اہل دل مل جاوے۔ چونکہ ہمارے ہاں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے لے کر نسل بعد نسل درویشی اور پیری و مریدی بلا انفصال چلی آتی ہے مگر میں کبھی خاندانی فخر اور تکبر میں گرفتار نہیں ہوا۔ لیکن کلام مجید کا ورد بھی اس میں رہا اور یہ ترک نہیں ہوا اور پھر ترجمہ بھی لکھا ہوا پڑھتا تھا۔ اور کچھ کچھ زبانی بھی یاد کرتا تھا۔ فارسی بھی کچھ پڑھی لیکن گلستان بوستان تک یا کریما وغیرہ چھوٹی کتابیں الآمجاہدوں کی طرف بہت رغبت تھی اور بہت سے چلّے کئے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اسماء الٰہی پڑھتا۔ بزرگوں کے نام جیسے صوفی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ نہیں پڑھے۔ اور جو کبھی پڑھنے کی رغبت بھی ہوئی تو خود بخود غیب سے کوئی روک پڑ گئی۔ سورۃ الم ترکیف بھی بارہ ہزار بار روز پڑھتا تھا۔ دریاؤں پر بیٹھ کر چلّے کئے۔ اور جنگلوں میں اور خانقاہوں میں چلّے کئے۔ لیکن نماز کا سب سے زیادہ التزام رہا۔" (تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۲۳۷ تا ۲۳۹)

تلاش و جستجوئے امام الزمان ۔ اور انتظار :-

کتابوں میں وعظوں میں یہ دیکھ کر اور سُن کر کہ حضرت امام مہدی پیدا ہوں گے اور عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے نہایت شوق تھا اور خدا سے دعائیں کرتا کہ الٰہی ہمارے زمانہ میں بھی امام مہدی اور حضرت عیسٰی ہوں گے۔ اور ہمیں بھی کبھی زیارت

ہو گی۔ پھر خیال آتا کہ امام مہدی و عیسےٰ کہاں اور ہم کہاں۔ پھر خیال ہوتا کہ اگر عیسیٰ ہوئے بھی تو ہم جیسوں کو زیارت کب نصیب ہو گی۔ وہاں تو عالم فاضل غوث۔ قطب ابدال۔ امیر کبیر بادشاہ نواب تمام دنیا کے جمع ہوں گے۔ تیرے جیسوں کی رسائی اس دربار میں کب ہو سکے گی۔ پھر میں نے درخت پر چڑھنے کی مشق کی کہ اگر حضرت امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ہمارے زمانہ میں ہو بھی جاویں۔ اور ان کے دربار میں باریابی نہ ہو تو وہ لڑائی کو جنگ کو یا کوئی اور صورت سے سواری نکلے گی تو درخت پر بیٹھ کر ہی زیارت کر لیں گے۔ پھر دعائیں کرتا اور رو رو کر دعائیں کرتا کہ الٰہی ان کی زیارت نصیب ہو۔ جوانی میں ہو۔ ضعیفی میں ہو۔ خواہ کسی طرح سے ہو۔ ایک دفعہ میرے دوست ولی محمد سرساوی نے ایک قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کا پرانا بوسیدہ کرم خوردہ لا کر دیا اور کہا کہ تم کو بڑا شوق ہے کہ حضرت امام مہدی کی زیارت ہو۔ سو تم کو مبارک ہو۔ اس قصیدہ کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو لئے۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور ہر روز اس قصیدہ کو پڑھتا۔ اور چومتا۔ کبھی اس کو پڑھتا اور کبھی اور کتابوں کے موافق زمانہ کے حالات خراب پر نظر ڈالتا تو معلوم ہوتا کہ ضرور یہ زمانہ امام مہدی و مسیح کا ہے۔ پھر جو دل میں سماتا کہ لاکھوں آدمیوں میں حضرت امام مہدی کی زیارت کیسے نصیب ہو گی تو اس نا امیدی سے چیخ مار کر رو دیا کرتا تھا۔ .... خدا تعالیٰ کسی کی محنت و مشقت کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے مجھے ضائع نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت امام مہدی و مسیح علیہ السلام کی خدمت کے لئے مجھے چن رکھا تھا۔ اور اسی لئے پیدا کیا تھا۔ اور میرا نام بھی میرے والد نے نصیر الدین رکھا تھا۔ پھر سراج الحق رکھ دیا۔ اور صغیر سنی میں میرے والد مجھے جنگلوں میں لے جاتے اور مجاہدے کراتے اور بارہا فرماتے کہ سراج الحق تیری قسمت میں ایک ایسی نعمت ہے کہ جو ہمیں نصیب نہیں ہو گی اور ہم اس سے محروم رہیں گے۔ وہ اپنے نور فراست سے دیکھتے تھے کہ امام وقت کا زمانہ اس کو نصیب ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **اتقوا فراست المومن فانہٗ ینظر بنور اللہ** یعنے مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی خوردبین سے دیکھتا ہے۔ پس ایک دفعہ میں بمقام جنید آیا اور درود شریف اور استغفار میں مشغول رہا۔ یہ زمانہ ۹۶ سنہ ہجری کا زمانہ تھا۔ (تذکرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۳۹ تا ۲۴۱)

آپ کی بیعت :۔

حضرت صاحبزادہ صاحب .... ابتدائی رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ میں سے ہیں۔ جب حضرت اقدس نے ۱۸۸۹ء کے اوائل میں اشتہار تکمیل تبلیغ شائع فرمایا تو لدھیانہ میں بیعت اولیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں ہوئی۔ لدھیانہ میں آپ نے خواہش کی کہ وہ قادیان میں پہنچ کر بیعت کریں گے۔ آپ کی اس خواہش کو حضور نے قبول فرمایا۔ چنانچہ جب حضور قادیان تشریف لائے

تو ۲۳- دسمبر ۱۸۸۹ء کو آپ نے حضرت اقدس کی بیعت (بیعت) مبارک میں کی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صـ۵ و حیات احمد جلد سوم حصہ اوّل صـ۴۱)

حضرت اقدس کے دعاوی کی تصدیق :-

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... ابتداء سے حضور کے مقام و مرتبہ کو شناخت کر چکے تھے۔ اور آپ تمام دعاوی کی تصدیق فرماتے رہے۔ رسالہ فتح اسلام کی تصنیف کے وقت حضور کے دعاوی کی جس طرح آپ نے تصدیق فرمائی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :-

"جب حضرت اقدس .... نے رسالہ فتح اسلام سے پہلے لدھیانہ میں ایک اشتہار دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے اور اُن کی روح دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے خالہ زاد بھائی کے ساتھ موجود ہے اور **جس مسیح کا** اس اُمّت محمدی میں آنے کا وعدہ تھا **وہ میں ہوں**۔ اس اشتہار کا نکلنا تھا۔ اوّل لدھیانہ شہر میں اور پھر تمام پنجاب اور ہندوستان میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا...... جس روز یہ اشتہار چھپا اسی روز ایک اشتہار حضرت اقدس نے میرے پاس مقام کوٹ پوتلی علاقہ جے پور بھیج دیا۔ کیونکہ میں اُس زمانہ میں وہیں تھا۔ اور مجھے یہاں چھ سات مہینے تک قیام کرنا پڑا۔ اس لئے کہ اس شہر کا ہر ایک شخص عورت و مرد سب میرا مرید تھا.....

ایک روز ایک شخص کے ہاں میری دعوت تھی۔ جس وقت میں کھانا کھانے بیٹھا دو چار شخص اور بھی تھے اتنے میں چٹھی رساں آیا اور پانچ سات خط مجھ کو دئے اور ایک خط اور ایک اشتہار حضرت اقدس...... کا بھی تھا۔ حضرت اقدس کی یہ عادت تھی کہ جو اشتہار چھپتا یا کتاب وہ میرے نام جہاں میں ہوتا ضرور بھیج دیا کرتے تھے۔ پس میں نے وہ صحیفہ عظامی حضرت اقدس .....نے کھولا تو اس میں یہ لکھا تھا:-

...... مکرمی اخویم صاحبزادہ سراج الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ایک اشتہار آپ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے۔ آپ اس کو غور سے پڑھیں اور دوسروں کو بھی سُنا دیں۔ اور اشتہار کے متعلق ایک کتاب لکھی گئی ہے جو امرتسر چھپ رہی ہے۔ وہ خدمت میں روانہ ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

راقم خاکسار

مرزا غلام احمد

از مقام لدھیانہ مکان شاہزادہ غلام حیدر خان

آپ فرماتے ہیں :۔

.... پھر اشتہار دیکھا تو اس کی سرخی تھی لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگین ہو کر اور صفات مسیحی لے کر رُوحانی طور سے مَیں آیا ہوں ۔ جس مسیح کے آنے کا اس امت میں وعدہ تھا سو وہ موعود مَیں ہوں ۔ اس اشتہار کے پڑھتے ہی میری بھوک خوشی کے مارے جاتی رہی ...... کھانا کھانا تو جاتا رہا اس اشتہار کو بار بار پڑھتا رہا ۔ نور محمد اور اللہ بندہ ہانسوی اس دعوت میں شریک تھے ۔ انہوں نے جو میری یہ حالت دیکھی تو وہ بھی متعجب ہو گئے اور حال دریافت کیا اور نیز صاحب خانہ نے بھی پوچھا کہ اس اشتہار میں ایسی کیا بات ہے کہ جس سے کھانا چھوڑ دیا ۔ اور چہرہ پر آثار خوشی اور تعجب کے پائے جاتے ہیں ۔ مَیں نے وہ صحیفہ گرامی اور اشتہار حضرت اقدس...... ان کو پڑھ کر سنایا ۔ انہوں نے کہا کہ کئی مہینے سے تو آپ یہ بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں ۔ اور پھر آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی پہلے موجود ہوں گے ۔ مَیں نے کہا کہ وہ پہلا بیان غلط تھا اور یہ صحیح ہے جو اس اشتہار میں ہے ۔ پہلے بے تحقیق سنا سنایا تھا اور یہ حق ہے ۔ میرے پاس ابھی کوئی دلیل نہیں صرف یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت اقدس اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں ۔ ایک مدت سے مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور ۱۲۹۸ھ (مطابق ۱۸۸۲ء ۔ ناقل) سے مجھ کو حضرت اقدس ...... کی خدمت میں باریابی ہے ۔ صادق انسان کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا ۔ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہے ۔ جس کی صداقت اور صداقت کے نشان کئی سال سے دیکھے گئے اس کا خلاف واقعہ کوئی بیان نہیں سنا تو اب کیسے یکایک اس کا بیان کذب پر محتمل ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے ہمیں یہ دن دکھایا ۔ اور اس مبارک زمانہ اور ان پُر شرف ایام میں ہمیں پیدا کیا ۔

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۸۲ تا ص ۸۶)

اس کے بعد آپ نے رات کو پانچ سو سے زائد آدمیوں کے سامنے وعظ کیا ۔ اور بعدہٗ حضرت اقدس ...... کو خط لکھا :۔

"حضور کا نامہ عنایت و مکرمت معہ اشتہار شرف وصدور لایا ۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے زمانہ میں اور اس پُر فتن زمانہ میں حضور منصب مہدویت اور درجہ مسیحیت لے کر مبعوث ہوئے ۔ لاکھوں کروڑوں پدموں علماء و فضلاء اولیاء ابدال ۔ غوث و قطب اسی تمنا اسی آرزو میں چل بسے کہ مہدی و مسیح ہمارے وقت اور ہمارے زمانہ میں ہو لیکن ان کی یہ آرزو یہ تمنا یہ امید پوری نہ ہوئی اور وہ یہ خواہش دل کی دل میں لے گئے ۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انتظار رہا لیکن آپ اپنے اصحاب کو وصیت

کر گئے کہ جو اُس مبارک وجود مہدیٔ معہود و مسیح موعود کو پائے میرا اُس کو سلام کہہ دے۔ سو حضور عالی میرا سلام تو آپ کو ہمیشہ خط اور ملاقات کے ذریعہ پہنچ جاتا ہے لیکن اب میں خاص طور اپنی طرف سے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حسب ارشاد سلام پہنچاتا ہوں۔ ...... اب میں بھی عنقریب خدمت والا میں حاضر ہوتا ہوں۔"　(تذکرۃ المہدی حصہ اول ص۸۸-۸۹)

حضرت اقدس ...... کے دعویٰ کی تصدیق اور مذکورہ خط سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت صاحبزادہ کا دل نورِ یقین سے کس قدر پُر تھا۔ کہ بلا تردّد حضرت اقدس کے دعاوی کی تصدیق کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔

آپ کی ہجرت اور قادیان میں قیام:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... کے ابتدائی حالات کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے حضرت اقدس کی پاکیزہ صحبت اختیار کی اور شب و روز اپنے آقا کے قدموں میں گزارے۔ آپ نے جب قادیان (ہجرت کے بعد) مستقل قیام فرمایا، تو اس کا ذکر الحکم ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء میں "ضرورت تعمیر مکان" کے عنوان سے یوں ہے:۔

"ہمارے قارئین کو معلوم ہے کہ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی ہجرت کر کے دارالامان میں حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان کے آستانۂ علیا پر آ گئے ہیں اور عنقریب وہ حضرت اقدس کے ارشاد کے موافق بعض ضروری دینی خدمات کے سر انجام دینے کے لئے ایک لمبا سفر کرنے والے ہیں۔

(الحکم جلد ۳ مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء ص۸ کالم نمبر۱)

حضرت اقدس کی مصاحبت و رفاقت:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ..... بیعت سے بہت پہلے حضرت اقدس علیہ السلام کی مصاحبت اور معیت اختیار کئے ہوئے تھے۔ جیسا کہ آپ کے اپنے بیان سے ظاہر ہے کہ ابتدائی تعارف اور شرف باریابی ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۲ء) سے حاصل تھا۔ آپ ابتداء سے ہی خاص دینی خدمات بجا لا رہے تھے۔ خصوصاً حضرت اقدس کی تحریرات کی نقول تیار کرنے اور علمی مضامین اور خط و کتابت کا فرض سر انجام دیتے رہے۔ اور سفر و حضر میں مکمل طور پر حضرت اقدس کی مصاحبت میں رہے۔ سفر لدھیانہ میں بھی آپ ساتھ تھے۔ جب بیعتِ اُولیٰ ہوئی۔ اسی طرح ایک اور سفر لدھیانہ میں بھی آپ ساتھ تھے۔ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے وفات و حیاتِ مسیح کا مباحثہ "الحق" الموسوم بہ مباحثہ لدھیانہ ہوا.....

...... سفر لدھیانہ ۳۔ مارچ ۱۸۹۱ء کو اختیار کیا گیا۔ یہ مباحثہ ۲۰۔ تا ۲۹۔ جولائی کو ہوا۔ اس مباحثہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت اقدس کی ہدایت پر جواب نقل کرنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں :۔

"مولوی محمد حسین حضرت اقدس ...... کے مکان پر آئے اور ساتھ پانچ سات اور شخص بھی آئے، اور ایک سوال لکھ کر حضرت اقدس ...... کے آگے رکھ دیا۔ حضرت اقدس نے اس کا جواب لکھ دیا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ کئی قلم بنا کر میرے پاس رکھ دو اور جو ہم لکھتے جائیں اس کی نقل کرتے جاؤ۔ چنانچہ میں نقل کرنے لگا۔ اور آپ لکھنے لگے۔ جب سوال و جواب اس دن کے لکھ لئے تو مولوی محمد حسین صاحب نے خلاف عہد زبانی وعظ شروع کر دیا۔"

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل)

حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لدھیانہ میں مباحثہ کے ایام میں یہ کہا تھا کہ اگر مرزا کا قرآن کریم سے دعویٰ ثابت ہو جائے تو میں ہرگز نہیں مانے کا۔ بلکہ قرآن کو چھوڑ دوں گا۔ جو مرزا کے دعویٰ کو سچا کرے۔"

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صـ۲۳۰)

علماء اور گدّی نشینوں سے خط و کتابت اور اتمامِ حجّت :۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... خود ایک گدّی نشین اور پیر خاندان سے تھے۔ حضرت اقدس سے عقدِ اخوّت باندھ لینے کے بعد آپ نے علماء اور گدّی نشینوں کو دعوتِ حق دی۔ چنانچہ سب سے پہلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آپ کے مخاطب تھے۔ وہ آپ کے ہم زُلف بھی تھے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فروعی بحثوں میں اُلجھے رہے۔ نیز تحریری مباحثہ سے بھی انکار کر دیا اور چُپ سادھ لی۔ مولوی گنگوہی صاحب نے سہانپور آنے کی بھی شرط لگائی تھی۔ مگر انتظامات کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت اقدس کے ارشاد پر حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے دو مشہور سجادہ نشینوں میاں اللہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی اور شاہ نظام الدین بریلوی نیازی کو اتمام حجت کے لئے خطوط لکھے۔ سنگھڑی کی طرف سے تو کوئی جواب نہ آیا البتہ بریلی سے جواب آیا۔

"فقیر میں اتنی قوت نہیں کہ جو مقابلہ کر سکے یا اس باطنی اور روحانی طور پر مقابل پر کھڑا ہو سکے۔ یہ کام مولویوں اور علماء کا ہے۔ مجھے آپ معاف فرما دیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم)

مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی کے نقل کرنے کی سعادت :-

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی ...... کو یہ بھی سعادت حاصل ہوئی کہ ۱۸۹۶ء میں جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود ...... کا مضمون نقل فرمایا۔ حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی ...... تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت منشی جلال الدین بلانوی ...... اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی ...... دونوں بزرگوں کے ہاتھ کا نقل کردہ حضرت اقدس کا وہ مضمون جس پر سے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اس جلسہ میں پڑھ کر سُنایا تھا آج تک میرے پاس محفوظ ہے۔ مگر چونکہ اس مقدس اور قیمتی امانت کی حفاظت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا قومی امانت سمجھ کر اس کو ...... حضرت صاحبزادہ عالی مقام مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں ......"

(سوانح حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی ۲۰۔ جولائی ۱۹۴۲ء حاشیہ ۵۶)

حضرت اقدس ...... سے آپ کا تعلقِ اخلاص و فدائیت :-

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... کو حضرت اقدس سے جو اخلاص و فدائیت کا تعلق تھا اس کے متعلق خود بیان فرماتے ہیں :-

"ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت مسیح موعود ...... نے شیخ حامد علی مرحوم کو جو دن رات آپ کی خدمت میں رہتے تھے ...... امرتسر کسی کام کے لئے روانہ فرمایا ...... میں نے عرض کیا حضور شیخ حامد علی صاحب تو امرتسر چلے گئے۔ رات کو آپ تکلیف ہوگی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ رات کو بھی آپ کی خدمت مبارک میں رہوں اور جو کام آپ کے ہوں وہ بخوشی دل سے کروں۔ مدتوں میں آج تمنا پوری ہوئی۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر میں بعد نماز عشاء اس کا تہیہ کر کے (بیت) مبارک کی چھت پر پہنچا۔ تو فرمایا صاحبزادہ صاحب آ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت ...... آ گیا۔ آپ ٹہلتے رہے اور کچھ دعائیں وغیرہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے کلام مجید یعنی حمائل ہاتھ میں لی اور مغربی کنارہ پر لالٹین رکھ کر پڑھتے رہے۔ درمیانی اور باریک آواز سے۔ میں بیٹھا رہا کہ جب کوئی کام حضرت اقدس علیہ السلام فرمائیں گے میں کروں گا۔ خواہ تمام رات جاگنا پڑے۔ لیکن آپ نے مجھے کوئی کام نہ فرمایا۔ آپ نے اپنا کرتہ اُتارا اور تہ بند باندھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ فرش ...... (بیت) پر لیٹ گئے۔ اور اس پر بوریا چٹائی یا جائے نماز کچھ نہ تھی۔ اور سیدھے لیٹ گئے۔ ...... اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر چارپائی

کے نیند نہیں آتی اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمیں تو خوب خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے۔ اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا۔ میں آپ کے پیر دبانے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب رات بہت چلی گئی سو جاؤ۔ تمہیں بہت تکلیف ہوئی۔ ہمارے کام تو چلے ہی جاتے ہیں اور ہمیں کام ہی کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہت بہت سفر کئے، پہاڑی ملک میں جانا پڑا۔ بدن سدھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا۔ تم تو پیر ہو۔ پیروں کو عادت ہوتی ہے کہ بغیر چارپائی اور عمدہ بستر کے نیند نہیں آتی۔ میں نیچے سے تمہارے واسطے چارپائی اور بستر گدگدا اچھا سا لاتا ہوں۔ میں یہ سن کر خوفزدہ ہو گیا اور کانپنے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ یہ تکلیف گوارہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے زمین پر سونے کی واقعی عادت ہے۔ کیونکہ چھ چھ ماہ اور سال سال بھر کی چلہ کشیاں کی ہیں۔ چارپائی کا نشان بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور قادیان میں تو عموماً چارپائی پر کم لیٹنا پڑتا تھا۔ اور حضور ایک تھوڑی سی بات کے واسطے تین منزلہ سے نیچے جائیں اور بوجھ لادیں۔ مجھے یہ منظور نہیں اور نیز میرے والد صاحب شاہ حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم جو حضور کے دعویٰ سے پہلے گزر گئے انہوں نے بھی یہ عادت ڈال دی ہے۔ اکثر زمین پر سلاتے اور سردیوں میں (حالانکہ سب کچھ تھا) گرم کپڑے نہ بنا کر دیتے۔ اگر کوئی کہتا تو فرماتے فقیر اور آرام طلبی جمع نہیں ہو سکتی۔ حضرت اقدس اس بات کو سن کر خوش ہو گئے۔ فرمایا یہ تمہارے والد صاحب کا ایسا کرنا اب کام آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے۔ اور احباب کو یہی کرنا چاہیئے کہ آرام طلبی نہ ہو۔ فرمایا ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے دوست و احباب ایسے بن جاویں کہ گویا فرشتے ہوں۔ اور ابھی آسمان سے اُترے ہیں۔ یہ دُنیا میں ہوں مگر نہ ہوں۔ پھر آپ سو گئے۔ آپ کا سونا اس طریق سے تھا کہ دو تین منٹ کبھی چار پانچ منٹ آپ سوتے تھے اور سبحان اللہ کہہ کر پھر سو جاتے تھے۔ اور آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت ہلتی رہتی تھی۔ جیسے بچے انگلیوں کو حرکت دیا کرتے ہیں۔ پھر آپ جاگ گئے اور فرمایا سو جاؤ پھر میں بحکم امر فوق الادب آپ کے پیروں کی طرف لیٹ گیا۔ اور مصلیٰ جو میں ساتھ لایا تھا وہ سرہانے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پچھلی رات کو حضرت اقدس ...... جاگے اور مجھے خبر نہیں تھی آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ باریک آواز سے کہ یہ (عاجز راقم الحروف) جاگ نہ اُٹھے۔ آخر حسب معمول میری آنکھ کھُل گئی۔ اور آپ کا قرآن شریف پڑھنا اور آہستہ آہستہ پڑھنا اور ٹہلنا دیکھا۔ فرمایا صاحبزادہ صاحب جاگ اُٹھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ...... جاگ اٹھا۔ فرمایا صاحبزادہ صاحب وضو کے لئے پانی لاؤں۔ میں نے عرض کیا حضرت ...... میں تو اس لئے حاضر ہوا تھا کہ میں خدمت کروں آپ میری خدمت کے لئے تیار ہو گئے۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ پس میں جلدی سے ...... (بیت) مبارک

سے نیچے اُتر گیا۔ اور ڈھاب میں وضو کیا اور جلد آگیا۔ اور آپ بھی نوافل پڑھتے رہے اور مَیں بھی نوافل میں مصروف ہو گیا۔"
(الحکم خاص نمبر بابت ۲۱ تا ۲۴ مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۵)

فیضِ رُوحانی:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت اقدس کے پاؤں دبانے اور خدمت کی جو سعادت حاصل تھی اور جو اس خدمت پر آپ کے اندر روحانی کیفیت اور تاثیرات پیدا ہوئیں اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"بعض وقت مجھ کو جسم مبارک دبانے کا عمدہ موقع مل جاتا اور مَیں بعض وقت دبانے کے بہانے سے کمر دبانے لگتا اور آپ کو گود میں لے لیتا۔ اس دبانے کی یہ تاثیر تھی کہ جب دبانے کا موقعہ مل جاتا تو آپ کی تاثیر ایسی غالب آتی کہ کئی کئی روز تک ایک لذت رہتی اور ماسوائے اللہ کے تمام شاخیں کٹ جاتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور نمازوں میں ذوق شوق اور لذت اور سرور حاصل ہو جاتا۔ مَیں نے عرض کیا کہ جس وقت حضور کے قدم مبارک وغیرہ دبانے کا موقعہ ملتا ہے تو یہ حالت ہو جاتی ہے۔ مجھے ہر روز دبانے کی اجازت مل جاوے۔ ہنس کر فرمایا۔ اچھا جب تم کو فرصت ہو دبایا کرو۔"
(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۶)

پس خوردہ کا اثر:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب..... حضرت اقدس کے قرب میں ظاہری برکات سے بھی متمتع ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ ایک برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے نزلہ اور زکام کی بہت شکایت تھی۔ چار برس یا کچھ کم و بیش مَیں اس مرض میں مبتلا رہا۔ دودھ پینا۔ خوشبو سونگھنا میرے لئے زہر تھا۔ ایک روز بعد نماز عشاء (بیت) مبارک کی چھت کی سرنشین پر حضرت اقدس...... تشریف رکھتے تھے۔ اور سب احباب جیسے چاند کے چار طرف ستارے کوئی شاہ نشین پر اور کوئی نیچے اور دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ آپ نے دُودھ پینے کے لئے طلب کیا اور ایک گھونٹ دودھ کا پی کر گلاس کو میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا پی لو۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھ کو نزلہ اور زکام کی سخت شکایت ہے۔ مَیں نہیں پی سکتا۔ اگر کسی وقت پی لیتا ہوں تو مجھے زہر ہو جاتا ہے اور نزلہ بڑھ جاتا ہے۔ فرمایا خیر پی بھی لو کاہے کا زکام وکام۔ مَیں نے ادب سے انکار نہ کیا اور سب گلاس پی لیا۔ پھر مجھے اس کے بعد کبھی بھی نزلہ نہیں ہوا۔ چاہے جتنا دودھ پیا اور جس وقت چاہا پیا۔ اور اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ اگر قدر قلیل بھی دودھ پی لیتا تھا تو پندرہ پندرہ بیس بیس روز

تک نزلہ رہتا تھا۔ اور لکھنے پڑھنے سے بیزار ہو جاتا تھا۔ درد سر اور چھینک پر چھینک اور کھانسی اور بلغم کا زور ہو جاتا تھا اور اب دودھ پی لیتا ہوں تو خدا کے فضل اور آپ کے پس خوردہ کی تاثیر سے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ یہ حضرت اقدس کے پس خوردہ کی تاثیر تھی جواب تک اس کا اثر ہے۔"

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۴-۱۵)

قادیان کے ساتھ دارالامان کے مبارک لفظ کی ابتداء:۔

قادیان کے ساتھ دارالامان کا لفظ کیسے منسلک ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب...... فرماتے ہیں:۔

"...... فتح گڑھ جو بٹالہ کے قریب ایک قصبہ ہے وہاں ایک قاضی صاحب رہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت اقدس ...... کو سخت الفاظ میں ایک کارڈ لکھا۔ چونکہ ان دنوں میں ہی جواب لکھا کرتا تھا۔ وہ کارڈ بھی مجھے جواب دینے کے لئے دیا اور فرمایا اس کا جواب نرم الفاظ میں لکھیں۔ جب میں نے جواب لکھ لیا تو کاتب کے نام کے ساتھ یہ پتہ لکھا تھا کہ از مقام فتح گڑھ دارالامان۔ مجھے اس پر خیال ہوا کہ فتح گڑھ کا قافیہ بھی نہیں اور فتح گڑھ کو دارالامان ہونے کا فخر کہاں سے ملا۔ قادیان کو دارالامان ہونا چاہیئے۔ اور یہ بھی میں نے لکھا راقم خادم مسیح موعود حسب الحکم حضرت مسیح موعود ...... از قادیان دارالامان۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ اپنی طرف سے لکھنا ٹھیک نہیں۔ میں حضرت اقدس ...... کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے اس وقت اکیلے تشریف رکھتے تھے۔ اور صرف ٹہلتے تھے۔ میں نے سارا حال بیان کیا کہ حضور دارالامان قادیان لکھنا چاہیئے یا نہیں۔ فرمایا ضرور لکھ دو۔ یہ خدا کی طرف سے دارالامان ہے۔ اب ضرور ہر خط پر لکھ دیا کرو۔"

(تذکرۃ المہدی صفحہ ۱-۲ حاشیہ)

اس واقعہ کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب کی تجویز اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی توثیق سے قادیان کے ساتھ دارالامان لکھا گیا۔ جو ہمیشہ کے لئے دارالامان قرار پایا۔

احمدی نام رکھے جانے کی تجویز:۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ...... کی ایک روایت کے مطابق احمدی نام رکھے جانے کی تجویز بھی ان کی طرف سے ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے بموجب مشورہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا ہاں تمیزی نام ہونا چاہیئے...... پھر فرمایا ابھی ٹھہر جاؤ۔ جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ نام مقرر کر دے گا، ہمارے تو سب کاروبار اللہ پر ہیں۔"

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۳-۲۰۴)

جب مردم شماری کا موقعہ آیا تو نام رکھے جانے کی تجویز دوبارہ سامنے آئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"ایک مدّت کے بعد کہ جب ہم اور ہمارا موعود امام ...... قادیان میں تھے اور مردم شماری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سلسلہ کا نام رکھا جاوے تو چاروں طرف سے عرائض آنے لگے کہ ہم اپنا نام مردم شماری میں کیا لکھوادیں۔ اس ارادہ الٰہی کے مطابق حضرت اقدس ...... کو تحریک ہوئی کہ

؎ خود کنی و خود کنانی کار را　　　خود دہی رونق تو آں بازار را

حضرت اقدس ...... نے ایک روز ...... فرمایا کہ بہت سے لوگوں کے ہر شہر و دیار سے خط آرہے ہیں کہ مردم شماری ہورہی ہے ہم اپنا کیا نام لکھوادیں ...... مجھے مکان سے حضرت اقدس نے بلوایا اور فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب ...... چاروں طرف سے خط آرہے ہیں کہ اپنی جماعت اور سلسلہ کا نام بھی ہونا چاہیئے۔ ہم نے سب سے مشورہ طلب کیا ہے کہ کیا نام رکھنا چاہیئے۔ اس وقت حضرت مولانا نورالدین صاحب ...... اور حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور مولوی قطب الدین صاحب اور مرزا خدابخش صاحب مصنف عسلِ مصفّیٰ موجود تھے۔ اب تم اور یہ سب حاضرین سوچ کر ایک دن دو دن تین دن میں جواب دیں ...... میں نے عرض کیا کہ شاید حضور کو یاد ہو ایک بار لدھیانہ میں میں نے ...... مشورۃً کہا تھا کہ کیا اچھا ہو کہ ہمارا نام ...... اب احمدی رکھا جاوے .... حضور نے فرمایا تھا کہ جو نام اللہ تعالیٰ چاہے گا رکھ دے گا وقت آنے دو۔ سو وہ وقت آگیا ...... بہتر ہے کہ احمدی نام ہو جاوے۔ فرمایا درست ہے۔ احمدی فرقہ دنیا میں کوئی نہیں ہے اور احمد کے نام پر بہت بزرگوں کے نام ہیں مگر کسی فرقہ یا کسی سلسلہ کا نام احمدی نہیں ہے۔

اس وقت سب خاموش رہے ...... لیکن مولوی عبدالکریم صاحب ...... بول اُٹھے کہ بے شک میری بھی یہی رائے ہے۔ حضرت اقدس اُٹھ کر چل دیئے اور دوسرے روز ایک اشتہار لکھ کر لائے جس میں اپنی جماعت کا نام ...... فرقہ احمدی رکھا۔" (تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۸)

حضرت اقدس کی علمی مجالس میں شرکت:۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود ...... کی مصاحبت میں حضرت صاحبزادہ صاحب اکثر اوقات شریکِ محفل ہوتے تھے۔ اور اس کا ذکر عموماً تاریخی شواہد میں ملتا ہے۔ کئی مواقع پر علمی مجالس میں آپ کے سوال پر حضور اقدس کے علمی نکات بیان

سے میری تو برسوں کی مراد بر آئی ۔ میں بھی چاہتا تھا۔ کیونکہ اس سے سچائی کا فیصلہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن مہربانی کر کے اتنی تصریح کر دو کہ کیا وہ (مرزا صاحب) آپ سے پہلے فوت ہوں گے یا پیچھے ۔ تا کہ پھر اس پیشگوئی کو آپ کی کرامت قرار دے کر شائع کر دیا جاوے۔ جب یہ پیشگوئی پوری ہوگی اس وقت دنیا دیکھ لے گی ۔

پس آپ ہرگز دیر نہ کریں ۔ بہت جلد اس امر کو لکھ بھیجیں اور کشفِ قبور کا معاملہ تو بالکل بیہودہ امر ہے ۔ جو شخص زندہ خدا سے کلام کرتا ہے اور اس کی تازہ بتازہ وحی اس پر آتی ہے اور اس کے ہزاروں نہیں لاکھوں ثبوت بھی موجود ہیں ۔ اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ مُردوں سے کلام کرے اور مُردوں کی تلاش کرے اور اس امر کا ثبوت ہی کیا ہے کہ فلاں مُردے سے کلام کیا ہے ۔ یہاں تو لاکھوں ثبوت موجود ہیں ۔ ایک ایک کارڈ اور ایک ایک آدمی اور ایک ایک روپیہ جو اب آتا ہے وہ خدا کا ایک زبردست نشان ہے ۔ کیونکہ ایک عرصہ دراز پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اور ایسے وقت فرمایا تھا کہ کوئی شخص بھی مجھے نہ جانتا تھا ۔ اب یہ پیشگوئی کس زور شور سے پوری ہو رہی ہے کیا اس کی کوئی نظیر بھی ہے ؟ غرض ہمیں ضرورت کیا پڑی ہے کہ ہم زندہ خدا کو چھوڑ کر مُردوں کو تلاش کریں ۔"

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۱ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۴۸)

یہ چند واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود ...... کی مجالس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے ۔ اسی طرح حضرت اقدس کے کئی الہامات و کشوف کے وقت بھی آپ کا ذکر ملتا ہے ۔

ایک نشانِ صداقت میں گواہ قرار پانا :-

حضرت مسیح موعود ..... نے جب مخالفین کے مطالبہ پر ایک عظیم الشان پیشگوئی "پسرِ موعود" کا اعلان فرمایا ۔ اور اس موعود وجود کو نہایت اعلیٰ صفات اور نشانات کا مظہر قرار دیا ۔ تو اس پیشگوئی کے ظہور کا گواہ حضرت صاحبزادہ صاحب ..... کو ٹھہرایا ۔ چنانچہ اس کی تفصیل میں حضرت صاحبزادہ صاحب ..... فرماتے ہیں :-

"جب حضرت اقدس نے حسب فرمودۂ الٰہی ایک لڑکے کا اشتہار دیا اور اس کی بہت صفت و ثنا لکھی گئی تو معترضین نے اعتراض کئے ۔ ان اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ لڑکے ہوا ہی کرتے

ہیں ۔ اُس کی پیدائش کی میعاد بتلائی جاوے ۔ پس حضرت اقدس...... نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نَو سال کی میعاد مقرر کی ۔ غیر تو یوں ہی باتیں بنا بنا کے چُپ ہو گئے ۔ مگر ہمیں اور تمام احمدیوں کو ایسا شوق ہوا ۔ کہ ایک ایک دن گنتے رہے ...... اور جب آٹھ سال ان نَو سال سے گزر گئے تو بہت اشتیاق بڑھ گیا ۔

دیدہ لبریزم سراپا انتظاری کیستم　　٭　　ذوقِ دیداری کہ دارم بے قراری کیستم

مختصر یہ کہ جب ساڑھے آٹھ سال گزر کر چھ مہینے نَو سال کی میعاد میں باقی رہ گئے اور کئی لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہو گئے تو چاروں طرف سے احباب کے خط آنے لگے ۔ کچھ میرے پاس کچھ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور کچھ حضرت اقدس ...... کی خدمت میں ۔ اور جو صاحب دارالامان میں آتے وہ دریافت کرتے حضرت اقدس ...... فرماتے کہ ابھی ہم پر خدا تعالیٰ نے پورے طور پر اس امر کو نہیں کھولا اور جتنا جتنا آپ پر انکشاف ہوتا تھا وہ فرما دیا کرتے تھے ۔ لیکن تھوڑی میعاد رہنے اور لوگوں کے سوال کرنے پر اور نیز مولوی صاحب کے اصرار پر کہ لوگوں کے خطوط آتے ہیں ۔ ہم کیا جواب دیں ۔ اور مَیں نے بہت سا عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں اب توجہ الی اللہ کریں گے ۔ اور دعا کریں گے ۔ تاکہ ان موجودہ لڑکوں میں سے موعود لڑکے کی تعیین ہو جاوے یا اور ہو تو معلوم ہو جاوے ۔ جب کئی روز ہو گئے تو صبح کی نماز کے لئے حضرت تشریف لائے اور کھڑے کھڑے فرمایا ۔ کہ ایک گھنٹہ ہوا ہو گا ہم نے دیکھا کہ والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں ۔ جب یہ آیت پڑھی ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ...... رَفِيْقًا ۔ جب اُولٰٓئِكَ پڑھا تو محمود سامنے کھڑا ہوا ۔ پھر دوبارہ اُولٰٓئِكَ پڑھا تو بشیر آکھڑا ہوا ۔ پھر شریف آگیا ۔ پھر فرمایا جو پہلے ہے وہ پہلے ہے ۔ پھر کچھ دنوں کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سے بہت تفصیل سے باتیں کیں اور بہت سے واقعات جو آپ کے بعد جلد ہونے والے تھے وہ بیان کر رہے تھے ۔ جو مَیں بھی پہنچ گیا اور سلسلہ کلام جاری رہا ۔ فرمایا خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا ۔ اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جُدا ہو جائیں گے ۔ پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا ۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے ۔ اور دنیا میں ایک حشر برپا ہو گا اور تمام بادشاہ ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہو گا کہ زمین خون سے بھر جائے گی ۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی ۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی ۔ اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہو گا ۔ صاحبزادہ صاحب (خاکسار راقم کو فرمایا) اس وقت میرا لڑکا موعود ہو گا ۔ خدا نے اُس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے ۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو

ترقی ہوگی۔ اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔ یہ ایک بہت بڑا نشان پسرِ موعود کی شناخت کا ہے۔ مولوی صاحب موصوف مرحوم نے باہر نکل کر حضرت اقدس کی اس بات کو دہرایا۔ اور فرمایا۔ پیر صاحب تم کو مبارک ہو۔ میں نے کہا کیسی مبارک باد۔ فرمایا تم نے حضرت مسیح موعود ..... کا فرمان نہیں سنا۔ کہ خاص تم سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ تم اس ولد موعود کو پہچان لینا۔ مجھے نہیں فرمایا۔ وہ ہنگامۂ محشر تم دیکھو گے اور موعود کو بھی۔ سو الحمد للہ وہ ہنگامۂ محشر اور پسر موعود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور مولود مسعود کو پہچانا۔"　(تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص۲ تا ۴)

حضرت صاحبزادہ صاحب کا مقام و مرتبہ:۔

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی صاحب کشف و رؤیا بزرگ تھے اور خود اس میدان کے شہسوار اور تجربہ کار تھے۔ اس لئے حضرت اقدس کے رویا و کشوف کی کیفیت سے خوب واقف تھے اور فرماتے تھے کہ

"یہی بات تو ان کے قبولِ احمدیت کے لئے معاون ثابت ہوئی ہے۔"

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل)

آپ کا خاندان ہندوستان بھر میں ایک بڑا علمی خاندان تھا۔ اور آپ نے گدی نشینی پر حضرت اقدس امام الزمان کی غلامی کو ترجیح دی اور ہمیشہ کے لئے آپ کے ہو گئے۔ علم و فضل میں آپ کو بڑا بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت اقدس نے علمی کاموں اور علماء سے خط و کتابت کے لئے آپ کو مستقل اپنے ساتھ رکھا۔ اس مصاحبت میں بڑی عظمت تھی جو اس گدی نشینی کے مقام سے ہزار درجہ بہتر تھی۔

حضرت اقدس نے اپنے کلام میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا ذکر فرمایا۔ ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ میں حضرت اقدس نے نشان نمبر ۶۳ پر حضرت صاحبزادہ صاحب کو گواہ ٹھہرایا۔ جس میں کشفاً ایک فرشتہ کا آ کر آنکھوں کی صفائی کرنے کا ذکر ہے۔　(تفصیل روحانی خزائن جلد ۱۵ ص۳۵۲)

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ اس گہرے تعلق اور فدائیت میں حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس کا منہ بولتا اور زندۂ جاوید ثبوت تذکرۃ المہدی کی عظیم تصنیف ہے۔ جو حضرت اقدس کے سفر و قیام، علمی مجالس و محافل پر مشتمل ہے۔

یہ عظیم الشان خبر ہے جو ایک فتنہ عالمگیر جنگوں، پسر موعود کے ظہور اور سلسلہ احمدیہ کی عظیم الشان ترقی کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حضرت اقدس ..... کی صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بے تکلفی اور محبت کا بڑا عجیب رنگ تھا اور اسکی مثال دنیوی رشتوں میں بہت کم ملتی ہے ۔ اس عظیم رفیق سفر کے بکثرت واقعات ہیں جن سے ہمیشہ تاریخ احمدیت کے اوراق مزیّن رہیں گے ۔ حضرت اقدس ...... اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی باہمی محبت اور تعلقاتِ اخوت کے ایمان افروز واقعات ۲۷ سال پر محیط ہیں ۔ حضرت اقدس .... کے آرام کا وقت ہو یا دینی مصروفیات ، سیر و تفریح کے مواقع ہوں یا تحریر و تصنیف ، حضرت صاحبزادہ صاحب ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے ۔ ایسے مواقع پر آپ بعض حکایات اور لطائف و نکات بھی بیان کرتے ، جس سے حضرت اقدس محظوظ ہوتے ۔ آپ ارشادِ امام الزّمان پر اشعار بھی سُناتے ، جنہیں حضور سُن کر خوش ہوتے ۔ (یہ مضمون ان واقعات کا متحمّل نہیں ۔ یہ ایمان افروز جواہر پارے کسی اور موقعہ پر ہدیہ قارئین کئے جائیں گے)

یہ امر بھی خاص قابلِ ذکر ہے کہ حضرت اقدس ..... خط و کتابت میں عموماً محبّی یا حبّی فی اللہ کے الفاظ سے احباب کو مخاطب کرتے مگر حضرت صاحبزادہ صاحب سے محبت اور بے تکلّفی کا ایسا تعلق تھا کہ "میرے پیارے دوست" کے محبت بھرے الفاظ سے آپ کو مخاطب فرمایا کرتے ۔ (ایک خط کا عکس شاملِ اشاعت ہے)

آپ کی وفات اور اولاد :-

حضرت صاحبزادہ صاحب ..... سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ..... کی وصال کے تقریباً ۲۷ سال بعد ۳ جنوری ۱۹۳۵ء بوقت ظہر بعمر ۸۰ سال وفات پا گئے ۔ الحکم اور الفضل میں آپکی وفات کی خبر شائع ہوئی ۔ الحکم کا نوٹ مندرجہ شائع ہوا ۔

"یہ خبر نہایت رنج اور افسوس سے پڑھی جائے گی کہ حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرسادی جو کہ حضرت مسیح موعود ...... کے پرانے خدّام میں سے تھے اور جنہوں نے سلسلہ کے قبول کرنے کے ساتھ سلسلہ پیری مریدی پر لات مار دی تھی ۔ ۳ جنوری کو ظہر کی نماز کے وقت انتقال فرما گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ ۴ جنوری کو بعد نماز جمعہ حضرت اقدس (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ... ناقل) نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے ۔"

(الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء جلد ۳۸ نمبر ا ص ۱۱)

آپ کا ایک بیٹا فرقان الرحمٰن تھا جو چھوٹی عمر میں ہی حضرت مسیح موعود ..... کی زندگی میں ہی ۱۹۰۷ء کو فوت ہو گیا ۔ جس پر حضرت اقدس نے ایک تفصیلی خط تحریر فرمایا ۔ آپ کی دو بیٹیاں ساجدہ اور قانتہ تھیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی حضرت اقدس سے مصاحبت اور قربت کا ایسا تعلق تھا جس کی مثال بہت کم رفقاء و مصاحبین کو حاصل تھی ۔ آپ نے ایک ایک لمحہ مقدس آقا کے قدموں میں گزارا ۔ یہ مقامِ قرب و محبت قابلِ رشک تھا اور بقول شاعر یہ کیفیت صادق ٹھہرتی ہے ۔ ؎ من تُو شدم تو مَن شدی من تن شدم تو جاں شدی ؛ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ ہے وہ صدق سے بھری رُوح جو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کو عطا فرمائی ۔

عکس خط

EAST INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.

QUARTER ANNA

PUTLI

بمقام کوٹ پوتلی ریاست کھیتری

خدمت مکرمی اخویم صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے پیارے دوست السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مہربانی نامہ اور مبلغ دو روپیہ اور دوا وغیرہ سب پہنچ گئے۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو جزائے خیر بخشے۔ یہ عاجز علیل ہے بالفعل آپ کے سوالات کا بوجہ ضعف و نقاہت جواب نہیں دے سکتا۔ انشاء اللہ کسی دوسرے وقت میں دوں گا۔

خدا جانے اب آپ سے ملاقات کب ہوگی۔ شائد یہ عاجز تین ماہ تک لودیانہ میں ہے۔

والسلام خاکسار

غلام احمد

از لودیانہ اقبال گنج

پاک زندگی کے حصول کے لئے تین باتیں ضروری ہیں

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ ...... فرماتے ہیں:۔

"...... ایک پاک زندگی ...... کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے اور دوسری دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آجاوے اور چاہیئے کہ اس طرح دعا میں لگا رہے جب تک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اُس کے دل پر نازل ہو اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع اس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دُور کر دے اور اُس کی کمزوریاں دُور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مَرنا قریب قریب ہے۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں۔ جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شامل حال ہو جاتا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ۔ رُوحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۴)

"...... مذہب سے غرض یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اس لائق بنا دے کہ اس کی رُوح ہر وقت خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گری رہے اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے۔ اور اس میں ایک خالص تبدیلی پیدا ہو جائے۔ تا اسی دنیا میں بہشتی زندگی اُس کو حاصل ہو۔ لیکن ایسے عقیدوں سے حقیقی نیکی کب اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ جس میں انسانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ صرف خونِ مسیحؑ پر ایمان لاؤ اور پھر اپنے دلوں میں سمجھ لو کہ گناہوں سے پاک ہو گئے۔ یہ کس قسم کا پاک ہونا ہے جس میں تزکیہ نفس کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔"

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۳)